Allama Iqbal Open University AIOU BS Islamic Studies solved assignments no 1 Autumn 2025 Code 1918 Study of Islamic Texts

سوال نمبر *1*۔ اسلامی دنیا کے قدیم علمی نظریات کی نمایاں خصوصیات کیا تھیں؟ تاریخِ علوم میں مسلمانوں کا کیا مقام اور حصہ رہا ہے؟ ایک جامع نوٹ

اسلامی تصورِ علم کی بنیاد

اسلامی دنیا میں علم کی بنیاد وحیِ الٰہی پر رکھی گئی۔ قرآنِ مجید نے انسان کو بار بار غور و فکر، تدبر، مشاہدہ اور عقل کے استعمال کی دعوت دی۔ علم کو صرف معلومات کے حصول تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے انسان کی اخلاقی، روحانی اور سماجی تربیت کا ذریعہ بنایا گیا۔ اسلامی تصورِ علم میں

علم اور عمل کو جدا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ علم کا مقصد انسان کو بہتر انسان بنانا تھا۔

علم اور دین کا باہمی تعلق

اسلامی علمی نظریات کی ایک نمایاں خصوصیت علم اور دین کا گہرا تعلق تھا۔ دینی علوم جیسے تفسیر، حدیث، فقہ اور اصولِ فقہ کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کو بھی دینی نقطۂ نظر سے اہمیت دی گئی۔ مسلمانوں کے نزدیک کائنات کا مطالعہ دراصل خالق کی معرفت کا ذریعہ تھا، اسی لیے سائنسی تحقیق کو عبادت کے قریب سمجھا گیا۔

عقل اور وحی کا امتزاج

اسلامی علمی روایت میں عقل اور وحی کے درمیان توازن پایا جاتا تھا۔ عقل کو وحی کے تابع رکھا گیا لیکن اس کے استعمال پر کوئی پابندی نہ تھی۔ فلسفہ، منطق اور کلام جیسے علوم اسی امتزاج کا نتیجہ تھے۔ مسلمان مفکرین نے یونانی فلسفے سے استفادہ کیا مگر اس میں اسلامی فکر کی روشنی میں اصلاح و اضافہ کیا۔

تحقیق اور تجربے کی روایت

اسلامی دنیا میں تحقیق اور تجربے کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ مسلمان علماء نے مشاہدہ، تجربہ اور تجزیے کو علم کی بنیاد بنایا۔ یہی وہ طرزِ فکر تھا جس نے سائنسی طریقۂ تحقیق کو جنم دیا۔ تجربہ گاہیں، رصدگاہیں اور علمی مجالس اس بات کا ثبوت ہیں کہ علم کو محض نظری بحث تک محدود نہیں رکھا گیا۔

علم کی عالمگیریت

اسلامی علمی نظریات میں علم کو کسی خاص قوم یا علاقے تک محدود نہیں سمجھا گیا۔ مسلمان علماء نے یونانی، ایرانی، رومی اور ہندی علوم کا ترجمہ کیا اور انہیں ترقی دی۔ بیت الحکمہ جیسے ادارے علم کی عالمگیریت کی بہترین مثال ہیں جہاں مختلف تہذیبوں کے علوم کو یکجا کیا گیا۔

تعلیمی اداروں کا قیام

اسلامی دنیا میں مدارس، جامعات اور کتب خانوں کا جال بچھا دیا گیا۔ جامعہ الازہر، جامعہ القرویین اور نظامیہ مدارس جیسے ادارے صدیوں تک علمی مراکز رہے۔ ان اداروں میں باقاعدہ نصاب، اساتذہ اور طلبہ کا نظام موجود تھا جو جدید تعلیمی اداروں کی بنیاد بنا۔

تاریخِ علوم میں مسلمانوں کا مقام

تاریخِ علوم میں مسلمانوں کا مقام نہایت بلند ہے۔ انہوں نے نہ صرف قدیم علوم کو محفوظ کیا بلکہ ان میں جدت پیدا کی۔ اگر مسلمان یونانی علوم کا ترجمہ نہ کرتے تو یورپ نشاۃِ ثانیہ سے محروم رہتا۔ اس اعتبار سے مسلمان علم کے محافظ اور موجد دونوں تھے۔

ریاضی میں مسلمانوں کی خدمات

ریاضی کے میدان میں مسلمانوں نے انقلابی کام کیا۔ الجبرا کی بنیاد رکھی گئی، صفر اور اعشاری نظام کو فروغ دیا گیا اور حساب کو ایک منظم علم بنایا گیا۔ یہ تمام خدمات جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی اساس ہیں۔

فلکیات میں مسلمانوں کا کردار

فلکیات میں مسلمانوں نے ستاروں اور سیاروں کی حرکات کا باقاعدہ مطالعہ کیا۔ کیلنڈر سازی، وقت کے تعین اور سمت شناسی میں ان کی تحقیق قابلِ ذکر ہے۔ رصدگاہوں کا قیام اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان فلکیات کو عملی علم سمجھتے تھے۔

طب اور صحت کے علوم

طب کے شعبے میں مسلمانوں نے بیماریوں کی تشخیص، علاج اور ادویات سازی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہسپتالوں کا باقاعدہ نظام قائم کیا گیا جہاں علاج کے ساتھ تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ طبی اخلاقیات کو بھی خاص اہمیت دی گئی۔

کیمیا اور طبیعی علوم

کیمیا میں مسلمانوں نے تجرباتی طریقہ اپنایا۔ مادّوں کی ترکیب، تحلیل اور کیمیائی عمل کو سائنسی انداز میں سمجھا گیا۔ یہ کام بعد میں جدید کیمسٹری کی بنیاد بنا۔ طبیعیات میں بھی روشنی، حرکت اور وزن جیسے موضوعات پر تحقیق کی گئی۔

تاریخ اور عمرانیات میں خدمات

تاریخ نویسی کو مسلمانوں نے ایک سائنسی حیثیت دی۔ تاریخ کو محض واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ سماجی قوانین کا مظہر سمجھا گیا۔ عمرانیات، سیاست اور معیشت کے اصولوں پر غور و فکر کیا گیا جس سے سماجی علوم کو فروغ ملا۔

اخلاقی اور سماجی مقصدیت

اسلامی علمی نظریات کی ایک اہم خصوصیت علم کی اخلاقی مقصدیت تھی۔ علم کو طاقت یا غرور کا ذریعہ نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت، عدل کے قیام اور معاشرتی بہتری کا وسیلہ سمجھا گیا۔ یہی سوچ اسلامی تہذیب کو دیگر تہذیبوں سے ممتاز بناتی ہے۔

مجموعی جائزہ

اسلامی دنیا کے قدیم علمی نظریات ہمہ جہت، متوازن اور انسان دوست تھے۔ مسلمانوں نے علم کو دین، عقل، اخلاق اور تحقیق کے ساتھ جوڑ کر ایک ایسی علمی روایت قائم کی جس نے صدیوں تک دنیا کی رہنمائی کی۔ تاریخِ علوم میں مسلمانوں کی خدمات آج بھی جدید دنیا کی علمی بنیادوں میں نمایاں طور پر موجود ہیں۔

سوال نمبر 2۔ اصولِ فقہ کی تعریف بیان کریں۔ علمِ اصولِ فقہ کی اہمیت اور اس کے ابتدائی ارتقاء (تدوین) کے مراحل پر ایک تفصیلی نوٹ

اصولِ فقہ کی تعریف

اصولِ فقہ اسلامی قانون کا وہ بنیادی اور منظم علم ہے جس میں ان قواعد، ضوابط اور اصولوں کا بیان کیا جاتا ہے جن کی روشنی میں قرآن و سنت، اجماع اور قیاس سے شرعی احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اصولِ فقہ وہ علم ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ شرعی دلائل سے عملی احکام کیسے اور کن اصولوں کے تحت مستنبط کیے جائیں۔ یہ علم فقہ کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور مجتہد کو صحیح استنباطِ احکام میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اصولِ فقہ کا موضوع اور دائرۂ کار

اصولِ فقہ کا موضوع شرعی دلائل اور ان سے احکام اخذ کرنے کے طریقے ہیں۔ اس میں قرآن و سنت کی دلالت، الفاظ کے معانی، عام و خاص، مطلق و مقید، ناسخ و منسوخ، اجماع، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ اور عرف جیسے

مباحث شامل ہوتے ہیں۔ یہ علم فقہ کی روح سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کے بغیر فقہی مسائل کا منظم حل ممکن نہیں۔

علمِ اصولِ فقہ کی اہمیت

اصولِ فقہ کی اہمیت اس لیے مسلم ہے کہ یہ شریعت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا درست طریقہ فراہم کرتا ہے۔ اس علم کے بغیر فقہی آراء میں انتشار اور تضاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اصولِ فقہ فقہاء کو ایک مشترکہ علمی فریم ورک دیتا ہے جس کے تحت وہ دلائل کو پرکھتے اور نتائج اخذ کرتے ہیں۔

قرآن و سنت کی صحیح تفہیم

اصولِ فقہ قرآن و سنت کی صحیح تفہیم میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ آیات اور احادیث کے ظاہری اور باطنی معانی، ان کے سیاق و سباق اور ان کے اطلاق کی حدود کو سمجھنے میں اصولِ فقہ رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے ذریعے یہ طے کیا جاتا ہے کہ کون سا حکم عام ہے اور کون سا خاص، کون سا دائمی ہے اور کون سا عارضی۔

فقہی اختلافات میں توازن

فقہی اختلافات اسلامی فقہ کی ایک حقیقت ہیں۔ اصولِ فقہ ان اختلافات کو علمی دائرے میں رکھتا ہے اور ان کے اسباب واضح کرتا ہے۔ یہ علم بتاتا ہے کہ اختلاف رائے کے باوجود شریعت کا بنیادی مقصد ایک ہی رہتا ہے۔ اس طرح اصولِ فقہ امت میں وسعتِ نظر اور برداشت کو فروغ دیتا ہے۔

اجتہاد کی بنیاد

اجتہاد اصولِ فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ مجتہد انہی اصولوں کی مدد سے نئے مسائل کا حل تلاش کرتا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات میں شریعت کی رہنمائی کو مؤثر بنانے کے لیے اصولِ فقہ ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے، جس کے ذریعے قدیم نصوص کو جدید مسائل پر منطبق کیا جاتا ہے۔

شریعت کے مقاصد کی حفاظت

اصولِ فقہ شریعت کے مقاصد یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال کے تحفظ کو پیش نظر رکھتا ہے۔ فقہی اصولوں کی مدد سے ایسے احکام اخذ کیے جاتے ہیں جو ان بنیادی مقاصد کی حفاظت کریں۔ اس طرح اصولِ فقہ شریعت کو محض قانونی نظام نہیں بلکہ فلاحی ضابطۂ حیات بناتا ہے۔

اصولِ فقہ کا ابتدائی دور

اصولِ فقہ کا آغاز عہدِ نبوی سے ہی ہو گیا تھا، اگرچہ اس وقت یہ ایک مستقل علم کی صورت میں مدون نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ خود احکام بیان فرماتے اور صحابہ کرام کو قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل حل کرنے کی تربیت دیتے تھے۔ یہی تربیت بعد میں اصولِ فقہ کی بنیاد بنی۔

عہدِ صحابہ میں اصولی سوچ

عہدِ صحابہ میں اصولِ فقہ عملی شکل میں موجود تھا۔ صحابہ کرام قرآن و سنت کے بعد اجماع اور قیاس سے مسائل حل کرتے تھے۔ اگر کسی مسئلے پر نص نہ ملتی تو وہ باہمی مشاورت سے رائے قائم کرتے۔ یہ طرزِ عمل اصولِ فقہ کے بنیادی خدوخال کو واضح کرتا ہے۔

عہدِ تابعین میں ارتقاء

تابعین کے دور میں اسلامی ریاست پھیل گئی اور نئے مسائل سامنے آئے۔ اس دور میں مختلف فقہی مکاتب فکر کی بنیاد پڑی۔ اہلِ مدینہ اور اہلِ عراق کے طریقۂ استنباط میں فرق پیدا ہوا، جس سے اصولی مباحث کو فروغ ملا۔ یہ اختلافات اصولِ فقہ کی تدریجی ترقی کا سبب بنے۔

فقہی مکاتب فکر کا کردار

فقہی مکاتب فکر نے اصولِ فقہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ ہر مکتب نے اپنے اصول مرتب کیے جن کی بنیاد پر فقہی مسائل حل کیے جاتے تھے۔ ان اصولوں نے بعد میں اصولِ فقہ کو ایک مستقل علم بنانے میں مدد دی۔

امام شافعی اور تدوینِ اصولِ فقہ

اصولِ فقہ کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام شافعیؒ کے سر جاتا ہے۔ انہوں نے پہلی مرتبہ اصولِ فقہ کو ایک منظم علم کی صورت میں پیش کیا۔ ان کی تصنیف نے قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کی حیثیت کو واضح کیا اور استنباطِ احکام کے اصول مرتب کیے۔

تدوین کے بعد کا ارتقاء

امام شافعیؒ کے بعد اصولِ فقہ میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔ مختلف علماء نے اس علم کو ترقی دی اور اس میں نئے مباحث شامل کیے۔ یوں اصولِ فقہ ایک جامع اور منظم علم بن گیا جو فقہ اسلامی کی بنیاد ہے۔

مجموعی جائزہ

اصولِ فقہ اسلامی شریعت کی فہم و تطبیق کا بنیادی علم ہے۔ اس کی مدد سے فقہ کو استحکام، توازن اور وسعت حاصل ہوئی۔ اس علم کا ارتقاء عہدِ نبوی

سے شروع ہو کر تدوین کے مرحلے تک پہنچا اور آج بھی اسلامی قانون کی رہنمائی کا اہم ذریعہ ہے۔

سوال نمبر 3۔ اقتصادیات کا مفہوم واضح کریں۔ اسلام میں مال کی افادیت اور اس کے صحیح استعمال کے اصولوں پر ایک مفصل نوٹ

اقتصادیات کا مفہوم

اقتصادیات ایک سماجی علم ہے جو انسان کی ان سرگرمیوں کا مطالعہ کرتا ہے جن کا تعلق محدود وسائل کے ذریعے لا محدود انسانی ضروریات کی تکمیل سے ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی خواہشات بے شمار ہیں اور وسائل محدود، اس لیے انسان کو انتخاب کرنا پڑتا ہے کہ کون سی ضرورت پہلے پوری کی جائے اور کون سی بعد میں۔ اقتصادیات اسی انتخاب، پیداوار، تقسیم، تبادلہ اور کھپت کے اصولوں کا تجزیہ کرتی ہے۔ جدید اقتصادیات میں دولت کی پیداوار اور اس کے منصفانہ استعمال پر خاص توجہ دی جاتی ہے تاکہ معاشرے میں معاشی توازن اور خوشحالی قائم ہو۔

اسلامی نقطۂ نظر سے اقتصادیات

اسلامی اقتصادیات محض دولت کمانے یا مادی فائدے تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ گیر نظام ہے جو معاشی سرگرمیوں کو اخلاقی اور روحانی اقدار کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اسلام میں اقتصادیات کا مقصد صرف دولت میں اضافہ نہیں

بلکہ انسانی فلاح، معاشرتی عدل اور اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ اس نظام میں حلال و حرام، عدل و احسان، حقوق العباد اور سماجی ذمہ داریوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اسلام میں مال کا تصور

اسلام کے مطابق مال درحقیقت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ انسان اس کا حقیقی مالک نہیں بلکہ نائب اور امین ہے۔ قرآن کریم میں واضح کیا گیا ہے کہ زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور انسان کو ان سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس تصور سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مال کے استعمال میں انسان کو اللہ کے احکام کا پابند رہنا چاہیے۔

مال کی افادیت کا اسلامی تصور

اسلام میں مال کو ایک نعمت اور ذریعہ سمجھا جاتا ہے، مقصد نہیں۔ مال بذاتِ خود برا نہیں بلکہ اس کا غلط استعمال برائی کا سبب بنتا ہے۔ اگر مال کو جائز طریقے سے کمایا جائے اور درست مصرف میں لایا جائے تو یہ فرد اور معاشرے دونوں کے لیے باعثِ خیر بن جاتا ہے۔ اسلام مال کو انسانی

ضروریات پوری کرنے، معاشی استحکام پیدا کرنے اور اجتماعی فلاح کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

مال اور انسانی ضروریات

اسلام انسانی ضروریات کو جائز تسلیم کرتا ہے جیسے خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج۔ مال کی افادیت اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب وہ ان بنیادی ضروریات کی تکمیل میں استعمال ہو۔ اسلام افراط و تفریط دونوں سے منع کرتا ہے اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

حلال کمائی کی اہمیت

اسلام میں مال کی افادیت کا پہلا اصول حلال کمائی ہے۔ ناجائز ذرائع جیسے سود، جوا، دھوکہ، رشوت اور استحصال سے حاصل کیا گیا مال بے برکت اور نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ حلال رزق نہ صرف فرد کی روحانی پاکیزگی کا باعث بنتا ہے بلکہ معاشرے میں اعتماد اور استحکام پیدا کرتا ہے۔

مال کے صحیح استعمال کے اصول

اسلام میں مال کے صحیح استعمال کے لیے واضح اصول مقرر کیے گئے ہیں تاکہ دولت فلاح کا ذریعہ بنے نہ کہ فساد کا۔

اعتدال اور میانہ روی

اسلام اسراف اور بخل دونوں سے منع کرتا ہے۔ مال کا استعمال اعتدال کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا بھی ناپسندیدہ ہے اور مال کو روک کر رکھنا بھی قابلِ مذمت ہے۔ اعتدال کا اصول معاشی توازن قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

حقوق العباد کی ادائیگی

اسلام میں مال کے صحیح استعمال کا ایک اہم اصول دوسروں کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ مزدور کی مزدوری، قرض کی ادائیگی، وراثت کی منصفانہ تقسیم اور تجارتی معاملات میں دیانت داری کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اس سے معاشرتی انصاف فروغ پاتا ہے۔

زکوٰۃ اور صدقات

اسلامی معاشی نظام میں زکوٰۃ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ زکوٰۃ مال کی پاکیزگی اور معاشی مساوات کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ صدقات، خیرات اور وقف جیسے ادارے بھی مال کے مثبت استعمال کو یقینی بناتے ہیں۔ یہ نظام دولت کو چند ہاتھوں میں محدود ہونے سے روکتا ہے۔

معاشرتی فلاح اور مال

اسلام میں مال کو اجتماعی فلاح کے لیے استعمال کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ تعلیم، صحت، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کو بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح مال نہ صرف فرد بلکہ پورے معاشرے کی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی اور احتکار کی ممانعت

اسلام میں ناجائز ذخیرہ اندوزی اور احتکار کو سخت ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ اس سے عوام کو نقصان پہنچتا ہے اور قیمتیں بڑھتی ہیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ مال گردش میں رہے تاکہ معاشی سرگرمیاں جاری رہیں اور سب کو فائدہ پہنچے۔

سود سے اجتناب

اسلامی اقتصادی نظام میں سود کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ سود مال کو غیر منصفانہ طریقے سے بڑھانے کا ذریعہ ہے جو معاشرتی عدم مساوات کو جنم دیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام تجارت، شراکت اور محنت پر مبنی کمائی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

مال اور اخلاقیات

اسلام میں مال کا استعمال اخلاقی اقدار کے تابع ہے۔ دولت کو غرور، تکبر اور استحصال کا ذریعہ بنانا ممنوع ہے۔ مال انسان کو عاجزی، شکر گزاری اور دوسروں کی خدمت کی طرف راغب کرنا چاہیے۔

آخرت کا تصور اور مال

اسلام میں آخرت کے تصور کی وجہ سے مال کی افادیت محدود نہیں رہتی بلکہ دائمی بن جاتی ہے۔ جو مال نیکی اور خیر کے کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے وہ آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس تصور سے انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

مجموعی جائزہ

اقتصادیات انسان کی معاشی سرگرمیوں کا علم ہے، جبکہ اسلام اسے اخلاقی اور روحانی اقدار کے ساتھ جوڑ کر ایک مکمل نظام فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں مال ایک نعمت، امانت اور آزمائش ہے۔ اس کی افادیت اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب اسے حلال طریقے سے کمایا جائے، اعتدال کے ساتھ خرچ کیا جائے

اور معاشرتی فلاح کے لیے استعمال کیا جائے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق مال کا صحیح استعمال فرد، معاشرے اور پوری امت کی خوشحالی کا ضامن ہے۔

سوال نمبر 4۔ تفسیر کی تعریف کیا ہے؟ قرآن کی تفسیر کے فن نے وقت کے ساتھ کیسے ارتقا پایا؟ ایک مفصل نوٹ

تفسیر کی تعریف

تفسیر سے مراد قرآنِ مجید کے الفاظ، آیات اور مضامین کی وضاحت، تشریح اور توضیح کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا صحیح مفہوم انسانوں کے سامنے واضح ہو سکے۔ لغوی اعتبار سے تفسیر کے معنی ہیں "کسی پوشیدہ بات کو کھول دینا" یا "کسی مشکل بات کو واضح کرنا"۔ اصطلاحی طور پر تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعے قرآنِ مجید کے معانی، مقاصد، احکام، ہدایات اور حکمتوں کو سمجھا جاتا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ قرآن انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کس طرح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

تفسیرِ قرآن کی ضرورت و اہمیت

قرآنِ مجید ہدایت کی کتاب ہے، لیکن اس کی آیات مختلف اسالیب، تشبیہات، استعارات اور عمیق معانی پر مشتمل ہیں۔ ہر انسان محض ظاہری الفاظ پڑھ کر ان کے اصل مقاصد تک نہیں پہنچ سکتا، اس لیے تفسیر کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تفسیر قرآن کے پیغام کو عام فہم بناتی ہے، شریعت کے احکام واضح کرتی

ہے اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرتی ہے۔ اسی وجہ سے تفسیر کو علومِ اسلامیہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

عہدِ نبوی میں تفسیر

تفسیر کا آغاز خود عہدِ نبوی سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ قرآن کے اولین مفسر تھے۔ جب صحابہ کرامؓ کو کسی آیت کے مفہوم میں دشواری پیش آتی تو وہ براہِ راست نبی کریم ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے۔ آپ ﷺ قرآن کی آیات کی عملی تفسیر بھی فرماتے تھے، یعنی اپنے عمل کے ذریعے قرآن کے احکام کو واضح کرتے تھے۔ اس دور میں تفسیر زبانی تھی اور تحریری شکل میں باقاعدہ تدوین موجود نہیں تھی۔

عہدِ صحابہ میں تفسیر کا ارتقا

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے تفسیر کے عمل کو آگے بڑھایا۔ وہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے، سنتِ نبوی ﷺ سے اور اپنے فہم و اجتہاد سے کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ جیسے جلیل القدر صحابہ تفسیر کے میدان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اس دور میں تفسیر زیادہ تر روایتی اور عملی نوعیت کی تھی۔

عہدِ تابعین میں تفسیر

تابعین کے دور میں اسلامی ریاست پھیل چکی تھی اور مختلف اقوام اسلام میں داخل ہو رہی تھیں۔ اس وجہ سے قرآن کی تشریح و توضیح کی ضرورت مزید بڑھ گئی۔ تابعین نے صحابہ سے تفسیر کا علم حاصل کیا اور اسے آگے منتقل کیا۔ اس دور میں مختلف تفسیری مدارس وجود میں آئے، جیسے مکہ، مدینہ اور کوفہ کے تفسیری مدارس۔ یہاں سے تفسیر کا علم باقاعدہ ایک مستقل شعبہ بنتا نظر آتا ہے۔

تفسیر بالماثور کا آغاز

ابتدائی دور میں تفسیر بالماثور یعنی قرآن کی تفسیر قرآن، حدیث اور آثارِ صحابہ و تابعین سے کی جاتی تھی۔ اس طرزِ تفسیر میں ذاتی رائے سے زیادہ معتبر روایات کو بنیاد بنایا جاتا تھا۔ یہ انداز تفسیر قرآن کی اصل روح کے زیادہ قریب سمجھا جاتا ہے اور بعد کے ادوار میں بھی اس کی بڑی اہمیت رہی۔

تفسیر بالرائے کا ارتقا

وقت کے ساتھ ساتھ جب نئے مسائل اور سوالات پیدا ہوئے تو تفسیر بالرائے کا آغاز ہوا، جس میں عقل، زبان، سیاق و سباق اور اصولِ شریعت کی روشنی

میں آیات کی تشریح کی گئی۔ اگرچہ اس میں احتیاط لازم سمجھی گئی، لیکن اس نے تفسیر کے دائرے کو وسیع کیا اور قرآن کو ہر دور کے مسائل سے جوڑنے میں مدد دی۔

عباسی دور اور تدوینِ تفسیر

عباسی دور میں علومِ اسلامیہ کی باقاعدہ تدوین کا آغاز ہوا۔ اس دور میں تفسیر کی عظیم کتب تصنیف کی گئیں۔ مفسرین نے احادیث، لغت، نحو، بلاغت اور فقہ کو تفسیر کے ساتھ جوڑا۔ اس مرحلے پر تفسیر ایک مکمل اور منظم علم بن کر سامنے آئی۔

فقہی تفسیر کا ظہور

جب فقہی مذاہب وجود میں آئے تو فقہی تفسیر کا رجحان بھی پیدا ہوا۔ اس طرزِ تفسیر میں قرآن کی آیات سے فقہی احکام اخذ کرنے پر خاص توجہ دی گئی۔ ہر فقہی مکتبِ فکر نے اپنے اصولوں کے مطابق آیات کی تشریح کی، جس سے فقہی ادب میں وسعت پیدا ہوئی۔

لغوی اور ادبی تفسیر

عربی زبان کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے لغوی اور ادبی تفسیر کا آغاز ہوا۔ اس میں قرآن کے الفاظ کے لغوی معانی، اسلوب، بلاغت اور ادبی حسن کو نمایاں کیا گیا۔ اس طرزِ تفسیر نے قرآن کے اعجازِ بیانی کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کیا۔

صوفیانہ اور اشاری تفسیر

صوفیاء کرام نے قرآن کی باطنی اور روحانی تشریح پر توجہ دی۔ اشاری تفسیر میں آیات کے اندرونی معانی اور اخلاقی و روحانی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا۔ اگرچہ اس طرزِ تفسیر کو ہمیشہ ظاہری شریعت کے تابع رکھا گیا، لیکن اس نے روحانی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

جدید دور میں تفسیر کا ارتقا

جدید دور میں تفسیر نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ سائنسی، سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل کے تناظر میں قرآن کی تشریح کی جانے لگی۔ اس دور میں تفسیر کا مقصد یہ ثابت کرنا بھی بن گیا کہ قرآن ہر زمانے کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے اور جدید مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔

موضوعاتی تفسیر

جدید دور میں موضوعاتی تفسیر کو خاص اہمیت حاصل ہوئی، جس میں قرآن کے مختلف مقامات سے کسی ایک موضوع پر آیات جمع کر کے ان کا جامع مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس انداز نے قرآن کو ایک مربوط اور منظم پیغام کے طور پر سمجھنے میں مدد دی۔

مجموعی جائزہ

تفسیر قرآن ایک زندہ اور متحرک علم ہے جو ہر دور میں انسانی ضروریات کے مطابق ترقی کرتا رہا ہے۔ عہدِ نبوی کی سادہ اور عملی تفسیر سے لے کر جدید دور کی فکری اور موضوعاتی تفسیر تک، اس فن نے ایک طویل ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ اس ارتقا نے قرآنِ مجید کو ہر زمانے میں قابلِ فہم، قابلِ عمل اور مؤثر ہدایت کی کتاب بنائے رکھا ہے۔

سوال نمبر 5۔ سائنسی علوم سے کون کون سے شعبے مراد ہیں؟ عرب مسلم علماء کے ہاں علمی تحقیق کے کون سے طریقے رائج تھے؟ ایک جامع نوٹ

سائنسی علوم کا مفہوم

سائنسی علوم سے مراد وہ منظم اور باقاعدہ علوم ہیں جو مشاہدہ، تجربہ، عقل اور تحقیق کی بنیاد پر کائنات کے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ علوم فطرت کے قوانین، مادّی مظاہر، انسانی جسم، سماج اور کائناتی نظام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اسلام میں علم کو ایک مقدس فریضہ قرار دیا گیا ہے اور سائنسی علوم کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو سمجھنے کا ذریعہ تصور کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم تہذیب میں سائنسی علوم کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔

سائنسی علوم کے اہم شعبے

سائنسی علوم کو عمومی طور پر مختلف شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے ہر شعبہ کائنات کے کسی نہ کسی پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔

طبعی علوم

طبعی علوم وہ ہیں جو مادّی دنیا اور فطرت کے قوانین کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس میں طبیعیات، کیمیا، فلکیات اور ارضیات شامل ہیں۔ طبیعیات میں حرکت، توانائی اور مادّے کے خواص کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کیمیا میں مادّوں کی ترکیب، ساخت اور کیمیائی تبدیلیوں پر تحقیق ہوتی ہے۔ فلکیات میں ستاروں، سیاروں اور کائنات کے نظام کا مطالعہ کیا جاتا ہے جبکہ ارضیات زمین کی ساخت، معدنیات اور قدرتی تبدیلیوں کو سمجھتی ہے۔

حیاتیاتی علوم

حیاتیاتی علوم کا تعلق زندہ مخلوقات سے ہے۔ اس میں علمِ نباتات، علمِ حیوانات، علمِ تشریح، علمِ فعلیات اور طب شامل ہیں۔ مسلم علماء نے انسانی جسم، بیماریوں اور علاج کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ طب اور جراحی کو سائنسی بنیادوں پر استوار کیا گیا اور تجربے کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا۔

ریاضیاتی علوم

ریاضیاتی علوم سائنسی تحقیق کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔ اس میں حساب، الجبرا، ہندسہ اور مثلثیات شامل ہیں۔ عرب مسلم علماء نے الجبرا کو ایک مستقل

علم کی حیثیت دی اور ریاضی کو فلکیات، انجینئرنگ اور معاشیات میں استعمال کیا۔

سماجی و انسانی علوم

اگرچہ سماجی علوم کو جدید اصطلاح میں سائنسی علوم سے الگ سمجھا جاتا ہے، لیکن مسلم علماء نے تاریخ، جغرافیہ، عمرانیات اور معاشیات کو بھی تحقیقی بنیادوں پر فروغ دیا۔ ابن خلدون کی عمرانی فکر اس کی بہترین مثال ہے۔

عرب مسلم علماء کا تصورِ تحقیق

عرب مسلم علماء کے نزدیک علم محض نظری بحث کا نام نہیں تھا بلکہ تحقیق، تجربہ اور مشاہدہ اس کا لازمی جزو تھے۔ وہ علم کو عبادت اور اللہ کی معرفت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اسی تصور نے انہیں تحقیق میں اخلاص، محنت اور دیانت داری کی طرف مائل کیا۔

مشاہدہ اور تجربہ

مسلم علماء نے سائنسی تحقیق میں مشاہدہ اور تجربے کو بنیادی حیثیت دی۔ طب، کیمیا اور فلکیات میں تجربات کیے گئے اور نتائج کو قلمبند کیا گیا۔

تجربے کے بغیر کسی نظریے کو حتمی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ جدید سائنسی تحقیق کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔

استقرائی طریقۂ تحقیق

عرب مسلم علماء نے استقرائی طریقہ اپنایا، جس میں جزوی حقائق سے کلی اصول اخذ کیے جاتے ہیں۔ وہ مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں عمومی قوانین مرتب کرتے تھے۔ یہ طریقہ یونانی قیاسی فلسفے سے مختلف اور زیادہ عملی تھا۔

عقلی و نقلی امتزاج

مسلم علمی تحقیق میں عقل اور وحی کے درمیان توازن پایا جاتا تھا۔ قرآن و سنت کو بنیادی رہنما مانتے ہوئے عقل کو اللہ کی عطا کردہ نعمت سمجھا گیا۔ سائنسی تحقیق میں عقل کا بھرپور استعمال کیا گیا، مگر اسے دینی حدود کے اندر رکھا گیا۔

تنقیدی سوچ اور سوال

عرب مسلم علماء نے تقلیدِ جامد کے بجائے تنقیدی سوچ کو فروغ دیا۔ وہ قدیم نظریات کو بلا تحقیق قبول نہیں کرتے تھے بلکہ ان پر سوال اٹھاتے، تجربے

سے جانچتے اور پھر رائے قائم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یونانی علوم میں اصلاح اور اضافہ کیا۔

تدوین اور تحریر

تحقیق کے نتائج کو محفوظ کرنے کے لیے تدوین و تصنیف پر خصوصی توجہ دی گئی۔ کتابیں، رسائل اور انسائیکلوپیڈیاز تحریر کیے گئے۔ علمی امانت داری کا یہ عالم تھا کہ حوالہ جات اور مصادر کا باقاعدہ ذکر کیا جاتا تھا۔

علمی ادارے اور تجربہ گاہیں

مسلم دنیا میں بیت الحکمہ، مدارس، کتب خانے اور رصدگاہیں قائم کی گئیں جہاں تحقیق کا باقاعدہ انتظام تھا۔ یہ ادارے سائنسی ترقی کے مراکز بنے اور مختلف علوم کے ماہرین کو یکجا کیا گیا۔

بین العلوم تحقیق

عرب مسلم علماء نے مختلف علوم کو ایک دوسرے سے جوڑ کر تحقیق کی۔ ریاضی کو فلکیات میں، کیمیا کو طب میں اور طبیعیات کو انجینئرنگ میں استعمال کیا گیا۔ اس بین العلوم طریقۂ تحقیق نے سائنسی ترقی کو تیز کیا۔

اخلاقیات اور تحقیق

مسلم تحقیق میں اخلاقیات کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ علم کو انسانیت کی خدمت کے لیے استعمال کیا گیا، نہ کہ تباہی کے لیے۔ تحقیق کا مقصد فلاحِ انسانیت اور اللہ کی رضا سمجھا جاتا تھا۔

مجموعی جائزہ

سائنسی علوم میں طبعی، حیاتیاتی، ریاضیاتی اور سماجی شعبے شامل ہیں، جن سب میں عرب مسلم علماء نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کے ہاں علمی تحقیق کے طریقے مشاہدہ، تجربہ، استقراء، تنقیدی سوچ اور اخلاقی اقدار پر مبنی تھے۔ یہی منظم اور متوازن تحقیقی طریقے مسلم تہذیب کو سائنسی ترقی کی بلندیوں تک لے گئے اور جدید سائنس کی بنیاد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔